وغیرت کو للکارتے ہوئے اعلان کیا کہ ظالم شام پر حملے کی صورت میں وہ حرمین شریفین کی سرزمین پر حملہ کر دے گا۔

آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال پہلے اس زمانے کی سپر پاور "مملکت فارس" کا گورنر ابرہہ اس دور کی مسلح ترین فوج کو زبردست ترین سواری یعنی ہاتھیوں پر سوار کر کے حرم شریف پر حملہ کرنے آیا تھا۔ اس کا عبرتناک انجام اس دور کے لوگوں نے چشم بصارت سے دیکھ لیا۔ رب ذوالجلال نے یہ تاریخی منظر اہل بصیرت کو مسلسل دکھانے کے لیے قرآن مجید میں محفوظ فرمادیا: ﴿اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ○ اَلَمْ یَجْعَلْ کَیْدَهُمْ فِیْ تَضْلِیْلٍ ○ وَاَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ○ تَرْمِیْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ○ فَجَعَلَهُمْ کَعَصْفٍ مَّاْکُوْلٍ ○﴾ [سورة الفیل] اس عظیم قرآنی شہادت پر ایمان کے حوالے سے موجودہ فارس (ایران) سے یہ توقع نہیں کرنی چاہیے کہ اس پلید ارادے میں اپنے اتحادی روس کا ہمنوا ہوگا۔ بلکہ ایسی کسی ناپاک کارروائی کی صورت میں یقیناً حکومتِ ایران بھی اس کی بھرپور مخالفت کرے گی۔

متمدن اور ترقی یافتہ ملک ہونے کے علاوہ افغانستان پر حملے کا نتیجہ بھگتتے ہوئے بھی روس بیچارے کی سمجھ میں اتنی موٹی سی بات بھی نہیں آئی کہ جنگ شروع کرنا ان کے بس میں ہے؛ لیکن اس سے چھٹکارا دینا فریق ثانی کے ہاتھ میں ہے۔ خصوصاً مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ کی سرزمین پر ناپاک پنجے گاڑنے کا شوق اس کی رہی سہی طاقت کو ہی تہ وبالا کرنے کے علاوہ اور کیا نتیجہ دے سکتا ہے؟ اگر ان کی عاقبت نااندیشی سے ایسا حملہ ہوجائے تو ﴿لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّکُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ﴾ کے مصداق عالم اسلام کے حق پرستوں کو متفق ومتحد اور منظم کرنے اور ایک بار پھر "جہاد فی سبیل اللہ" کو عروج دینے کا باعث بن جائے گا۔ ان شاء اللہ

یہی وجہ ہے کہ عالم اسلام کو روسی دھمکی، گیدڑ بھبکی سے زیادہ کچھ نہیں لگتی؛ البتہ انہیں امریکہ اور اس کے حواریوں سے بارہا دکھ پہنچ چکا ہے، آج بھی عالم انسانیت کے چپے چپے میں ان کے ہاتھوں مصیبتیں جھیل رہے ہیں؛ لہٰذا مسلمانانِ عالم کو ان کے ہاتھوں کسی بھی کارروائی کے نتیجے میں خیرخواہی اور بہتر نتائج کی امید نہیں۔

امت اسلامیہ کو چاہیے کہ مسلمانانِ عالم کے اہم مسائل میں اللہ تعالیٰ سے فتح ونصرت مانگتے ہوئے مسنون طریقے پر دعاؤں کا اہتمام کرتے رہیں۔ وہی دنیا وآخرت کے تمام چھوٹے بڑے، ذاتی وقومی اور ملکی وبین الاقوامی مسائل ومشکلات کے لیے اکیلا حاجت روا اور مشکل کشا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔

درسِ قرآن کریم

تراشِ رحمانی در فوائد قرآنی

ڈاکٹر محمد اسماعیل امین

﴿ وَاَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى كُلُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ ﴾[سورة البقرة : ٥٧]''اور ہم نے تم لوگوں پر بادلوں سے سایہ کیا اور ہم نے تمہارے اوپر من اور سلویٰ نازل فرمایا کہ ہم نے تمہیں جو پاکیزہ رزق عطا فرمایا ہے اسے کھاؤ، اور انہوں نے (ان نعمتوں کی ناقدری اور گناہ کر کے) ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا، بلکہ وہ خود (اس طرح) اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔''

سابقہ آیات سے ربط اور مختصر تفسیر

سابقہ آیاتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے اوپر آئی ہوئی مصیبت (موت) کو ٹالنے کے احسان کا تذکرہ فرمایا تھا۔ اب میدانِ تیہ میں ترکِ جہاد کی سزا بھگتنے کے دوران عطا کردہ نعمتوں کا ذکر فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ کفارِ عمالقہ کے خلاف جہاد کریں، جنہوں نے ''بیت المقدس'' پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا۔انہوں نے جہاد سے انکار کیا، اور ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوْنَ﴾ [المائدة ٢٤] کہہ کر نہایت پست ہمتی کا ثبوت دیا۔اس پر اللہ پاک نے بطورِ سزا انہیں چالیس سال کے لیے میدانِ تیہ میں بھٹکایا۔ اس سزا کے دوران بھی اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر اس وقت کے اہلِ ایمان ہونے کے ناتے خاص فضل وکرم سے ان کی تمام بنیادی ضرورتوں کو پورا فرمایا۔

کھانے کے لیے ''من'' اور ''سلویٰ'' نازل فرمایا، صحرا میں پانی کی تنگی ہوئی تو پتھر سے بارہ چشمے جاری فرمائے۔ دھوپ کی گرمی سے بچاؤ کے لیے بادلوں کا سایہ فراہم کیا۔ارشادِ الٰہی ہے:﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ اس جملے کا عطف ﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ﴾ [البقرة ٥٦] پر ہے۔﴿ظَلَّلْنَا﴾ تَظْلِيل سے بابِ تفعیل کا فعل ماضی ہے، یعنی سایہ کیا۔﴿الْغَمَامَ﴾ یہ غمامة کی جمع ہے یعنی: بادل۔بادل کو قرآن مجید میں سَحاب، عارِض، مُزن بھی کہا گیا ہے۔غمام لغت میں چھپانے کو کہا جاتا ہے۔اسی سے عقل پر پردہ پڑے ہوئے شخص کو مغموم علی عقلہ کہا جاتا ہے۔بادل کو غمام اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے آسمان نظر نہیں آتا۔

بنی اسرائیل پر سایہ کرنے والے بادل سے متعلق سلفؒ سے کئی اقوال مروی ہیں:

(۱) سفید اور باریک تھا، دن کو ٹھنڈک دے کر رات کو چھٹ جاتا تھا، تاکہ چاندنی سے استفادہ ہو۔[القرطبیؒ]

(۲) ٹھنڈا اور عمدہ سایہ، جس طرح کے سائے میں اللہ تعالیٰ روزِ قیامت فیصلہ صادر کرنے تشریف لائیں گے؛ جیسے فرمانِ الٰہی ہے: ﴿هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَائِكَةُ﴾[البقرة ۲۱۰] اور یہ وہ سایہ ہے، جس میں غزوہ بدر کے دن فرشتے اترے تھے۔ (۳) عام بادل تھا۔ (۴) ٹھنڈا بادل، جس میں رطوبت تھی، جس کی وجہ سے موسم خوشگوار ہوتا تھا۔ شیخ ابن العثیمینؒ نے اسی کو "ظاہر" کہہ کر ترجیح دی ہے۔

﴿وَأَنزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوَىٰ﴾ المَنّ کے بارے میں سلفؒ سے مختلف تفسیریں منقول ہیں:

(۱) شبنم کی مانند ایک میٹھی چیز تھی، جو آسمان سے اترتی تھی۔ (۲) برف کی طرح اترتی تھی، جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی ہوتی تھی۔ طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک مہیا ہوتی تھی۔ روزانہ حسب ضرورت لینے کا حکم تھا، صرف ہفتہ کے دن کی خاطر جمعہ کو لینے کی اجازت تھی۔ (۳) تُرنجبین (قدرتی شکر جو اونٹ کٹارے کے کانٹوں پر شبنم کی طرح جم جاتی ہے) یا اوس جو درخت یا پتھر پر گرتی، شہد کی طرح میٹھی ہوتی اور گوند کی طرح خشک ہو جاتی تھی۔ (۴) شہد یا شربت۔ امام عامر الشعبیؒ کہتے تھے: تمہارے شہد میں مَنّ کی مٹھاس کا سترواں حصہ ہے۔ (۵) مکئی یا میدہ کی روٹی۔

ان روایات کی روشنی میں بعض علماء نے المَنّ کے معنی امتنان یعنی "احسان کرنے" کے لیے ہیں، جو کہ تمام عمدہ غذاؤں پر صادق آتا ہے، جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو صحرائے سینا میں بلا مشقت عطا فرمائے تھے۔ مثلاً کھمبی، روٹی، زنجبیل (ادرک) اور ترنجبین وغیرہ[ابن کثیرؒ، السعدیؒ] حافظ ابن کثیرؒ مزید فرماتے ہیں: یہ الگ کھانے میں عمدہ اور میٹھی غذا تھی، پانی میں ملاتے تو مزیدار شربت بنتی، کسی کھانے میں ملاتے تو اور قسم کا کھانا تیار ہوتا تھا۔

زیرِ تفسیر آیت میں ﴿المَنّ﴾ سے مراد صرف ایک کھانا نہ ہونے کی دلیل سعید بن زیدؓ کی حدیث ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: "کھمبی مَنّ کی قسم سے ہے، اس کا رس آنکھوں کی دوائی ہے۔" [البخاري ح:٤٤٧٨، ٥٧٠٨]

﴿السَّلْوَىٰ﴾ ایک قول کے مطابق جمع ہے، اس کا مفرد سلواۃ ہے، یا اس کا مفرد اسی لفظ سے نہیں آتا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ یہ لفظ مفرد ہے، اس کی جمع السلاوی ہے۔ السلویٰ کا لغوی معنی "تسلی" ہے۔ اسی سے السلوانۃ خاص قسم کی موتیوں کی لڑی کا نام ہے، جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اسے بھگو کر پیا جائے تو مرضِ عشق میں سکون آتا ہے۔ بعض کے بقول السلوان پریشانی دور کرنے والی دوائی ہے، جسے حکیم لوگ المفرّح کہتے ہیں۔

السلوىٰ کی تفسیر میں سلفؒ سے کئی اقوال مروی ہیں:

(۱) بٹیر کا گوشت، (۲) بٹیر یا اس سے بڑا پرندہ، (۳) کبوتر کی طرح ایک پرندہ، (۴) کوئی پرندہ جسے جنوبی ہوا اڑا لاتی تھی، (۵) الحباری یعنی سرخاب، یہ بہت لذیذ آبی پرندہ ہے۔

ان روایتوں کا خلاصہ پرندے کا عمدہ گوشت ہے۔ حتیٰ کہ حافظ ابن عطیہؒ نے اس کی تفسیر میں پرندہ ہونے پر اجماع کا دعویٰ کیا۔ امام قرطبیؒ نے اس دعویٰ کی تردید کرتے ہوئے بعض سلف کا قول نقل کیا ہے کہ اس سے مراد ''شہد'' ہے۔ واللہ اعلم

﴿كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ ''میں قلنا لكم محذوف ہے۔ یعنی ''ہم نے تم سے کہا'' كلوا: امر کا صیغہ ہے، لیکن اپنے اصلی معنیٰ ''وجوب'' کے بجائے اباحت، رہنمائی اور احسان کے طور پر آیا ہے۔ یعنی ہم نے تم پر یہ نعمتیں اتار کر احسان فرمایا ہے، یہ تمہارے لیے حلال ہے، مزے سے کھاؤ۔

﴿من طيبات﴾ میں مِنْ ''بعض'' کے مفہوم میں نہیں، بیانِ جنس کے لیے ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام پاکیزہ اور لذیذ چیزوں کو ان پر حلال کیا تھا۔☆

﴿طيبات﴾ پاک اور حلال کے معنیٰ میں آتا ہے، جو بذاتِ خود حلال ہو اور اس کے حصول کا ذریعہ بھی جائز اور حلال ہو۔ اور یہ ''خبیث'' کی ضد ہے۔ اس آیت میں ''طیبات'' سے مراد حلال، مفید اور مزیدار چیزیں ہیں۔

﴿مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ میں ما اسم موصول ہے بمعنی الذی۔ یعنی جو ہم نے تمہیں بطورِ رزق عطا فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے پاکیزہ، مفید اور لذیذ غذائیں عطا فرما کر ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے عقیدۂ توحید پر ثابت قدم رہنے کا حکم فرمایا؛ لیکن انہوں نے شکر کے بجائے ناشکری اور اطاعت کے بجائے معصیت کا راستہ اپنایا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ یعنی انہوں نے ناشکری اور گناہ کر کے ہم پر ظلم نہیں کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اسے کسی کی نافرمانی سے ذرا بھی نقصان نہیں ہوتا اور کسی کی پرخلوص اطاعت سے کچھ

☆ فرمانِ الٰہی ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَّمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ ......﴾[الأنعام ١٤٦]، ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ﴾ [النساء ١٦٠] اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمان ﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ﴾[آل عمران ٥٠] وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل پر بطورِ سزا بعض پاکیزہ چیزیں بھی حرام کر دی گئی تھیں۔ البتہ یہ امکان ہے کہ یہ احکام زیرِ بحث موقع تک نہ آئے ہوں۔ واللہ اعلم [ابو محمد]

بھی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ وہ تو بہر حال بے محتاج اور لائق تعریف ہے۔ ﴿اَنفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ﴾ میں مفعول کو فعل سے پہلے لایا گیا ہے، جو "حصر" کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی وہ صرف اوپر ظلم کر رہے تھے۔ ان کی نافرمانی اور ناشکری کا سارا وبال صرف انہی پر پڑے گا۔ [تفسیر الطبری، القرطبی، البغوی، ابن کثیر، الشوکانی، السعدی، ابن العثیمین]

آیت کریمہ سے استنباط کردہ فوائد:

فائدہ نمبر ۱: ﴿وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ﴾ سے معلوم ہوا کہ بادل اللہ تعالیٰ کے حکم سے چلتے اور رکتے ہیں۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بنی اسرائیل کے اوپر لا کھڑا کر دیا۔ [ابن العثیمین]

ہمارے نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں اس طرح کے کئی معجزات واقع ہوئے ہیں، شدید گرمی کے موقع پر بادل آپ ﷺ اور اصحاب کرام ؓ کے اوپر ٹھہر کر سایہ کرتا۔ نیز متعدد آیاتِ قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مشیت اور قدرت کاملہ سے بادلوں کو ہوا کے ذریعے چلاتے ہیں۔ ﴿اللّٰهُ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا﴾ [الروم ٤٨]

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میدانِ تیہ میں گرمی سے بچانے کے لیے ٹھنڈا سایہ فراہم کر کے ان پر بڑا احسان فرمایا۔ گرمی کی شدت میں ٹھنڈا سایہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے، جیسا کہ فرمانِ الٰہی ہے: ﴿وَاللّٰهُ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلَالًا﴾ [النحل ٨١] "اللہ پاک ہی نے تمہارے لیے اپنی پیدا کردہ چیزوں سے سائے بنائے۔" [ابن العثیمین] ٹھنڈا سایہ عام نعمت ہے، جس سے ہر کوئی استفادہ کرتا ہے۔ جبکہ دوسرے ذرائع مثلاً ائرکنڈیشنڈ جیسی نعمتوں سے صرف مخصوص طبقہ مستفید ہوتا ہے۔

فائدہ نمبر ۲: ﴿وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى﴾ یہ نعمتیں میدانِ تیہ میں بغیر تکلیف اور مشقت کے حاصل ہوتی تھیں۔ جس کا تقاضا یہ تھا کہ وہ شکر کرتے: ﴿كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ﴾ [سبأ: ١٥]

انسان کو زندہ رہنے کے لیے غذائیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور پاک و مفید غذا کا بروقت ملنا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ اسی لیے کھانا کھانے کے بعد اللہ کی حمد و ثنا اور کلماتِ شکر ادا کرنے کا حکم ہے۔ خاص طور بھوک کے وقت غیر متوقع طور پر کھانا ملنے پر زیادہ شکر ادا کرنا چاہیے۔

ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اور دونوں رفقائے خاص ابو بکر ؓ اور عمر ؓ کو بھوک نے ستایا تو ابو الہیثم انصاری ؓ کے ہاں گئے۔ اس نے پرتپاک استقبال کیا، چھپر میں کمبل بچھا کر مہمانانِ گرامی کو بٹھایا، کھجور کی ٹہنی اور تازہ ٹھنڈا پانی پیش

کیا۔ تینوں نے عمدہ کھجوریں تناول فرمائیں، ٹھنڈا پانی پی لیا۔ پھر کھانا پکنے تک آپ ﷺ نے انہیں نصیحت فرماتے ہوئے اس نعمت کا شکر ادا کرنے کی تلقین فرمائی: ''هذا والذی نفسی بیدہ من النعیم الذی تُسألونَ عنه یومَ القیامةِ : ظـلٌ باردٌ ورطبٌ طیبٌ وماءٌ باردٌ'' [الترمذی ۲۳۶۹ وقال: حسن صحیح غریب] ''اس ذات کی قسم جس کے مبارک ہاتھ میں میری جان ہے، یہ وہ نعمت ہے جس کے بارے میں روزِ قیامت تم سے سوال ہوگا: ٹھنڈا سایہ، تازہ عمدہ کھجوریں اور ٹھنڈا پانی'' آپ ﷺ کا اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف تھا: ﴿ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ ○﴾

فـائدہ نمبر۳: سلویٰ کی تفسیر میں گزرا کہ پرندے کا گوشت ہے۔ معلوم ہوا کہ پرندے کا گوشت بہترین اور لذیذ ترین غذا ہے۔ اور یہ جنت کی خوراک بھی ہے: ﴿وَلَـحْمِ طَیْـرٍ مِّـمَّا یَشْتَهُوْنَ ○﴾ [الواقعة ۲۱] ''اور پرندے کا گوشت بھی (ملے گا)، جو انہیں مرغوب ہوگا۔''

فائدہ نمبر۴: ﴿وَاَنْـزَلْـنَا عَلَیْکُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰی﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو دو قسم کے کھانے ملتے تھے؛ جبکہ دوسری آیت میں ان کا مطالبہ آیا ہے: ﴿وَاِذْ قُـلْـتُـمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ﴾ [البقرة ۶۱] ''اور قابل ذکر ہے وہ واقعہ جب تم نے کہا: اے موسیٰ علیہ السلام! ہم صرف ایک کھانے پر صبر ہرگز نہیں کریں گے۔''

دونوں آیتوں کی توجیہ میں علماء کے تین اقوال ہیں:

(۱) اکثر علماء کے نزدیک المنّ ترنجبین (شربت) ہے، اور السلویٰ (بٹیر کا گوشت)۔ یعنی واقعی ایک ہی کھانا تھا۔

(۲) ایک دسترخوان پر لگا ہوا کھانا اگرچہ مختلف انواع پر مشتمل ہوں، اسے ایک ہی کھانے سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ توجیہ پہلے قول کی نسبت بہتر ہے؛ کیونکہ حدیث ''الکـمأة من المنّ'' [متفق علیه] کی رو سے المنّ کو ترنجبین سے خاص کرنا درست نہیں لگتا۔ (۳) من وسلویٰ کو ''ایک ہی کھانا'' اس لیے کہا تھا کہ یہی کھانا روزانہ ملتا رہتا تھا، جس سے وہ اکتا گئے تھے۔ اس لیے انہوں نے ایسی غذائی اجناس کا مطالبہ کیا، جن سے وہ حسب منشا مختلف قسم کے پکوان تیار کرسکیں۔ حافظ ابن حجرؒ نے اسی توجیہ کو راجح اور شنقیطیؒ نے واضح قرار دیا ہے۔ [فتح الباری ۱۰/۲۰۲، أضواء البیان]

فـائـدہ نمبر۵: بعض تفسیری روایات کے مطابق اللہ تعالیٰ نے بنو اسرائیل کو حکم دیا تھا کہ من وسلویٰ روزانہ کی بنیاد پر استعمال کریں، دوسرے دن کے لیے ذخیرہ نہ کریں۔ البتہ جمعہ کے دن اگلے روز کے لیے لے سکتے تھے، کیونکہ ہفتے کے دن انہیں عبادت کے علاوہ کوئی کام نہیں کرنا تھا۔ لیکن بنی اسرائیل نے خواہشات نفس سے بے قابو ہوکر حکم عدولی کرتے ہوئے غیر ضروری ذخیرہ اندوزی شروع کی۔ اسی حکم عدولی کی پاداش میں دوسرے دن کا کھانا سڑنے لگا۔ ارشادِ نبوی ہے:

"لولا بنو اسرائيل لم يخنز اللحمُ، ولولا حواءُ لم تخنْ أنثىٰ زوجَها" [البخاري ح:۳۳۳۰، ۳۳۹۹، مسلم ح:۳٦۳٦، فتح الباري ٦/٤٥۳]

فائدہ نمبر۲: سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الكمأة من المنّ وماؤها شفاء للعين" اس حدیث سے معلوم ہوا کہ المَنّ بنی اسرائیل پر نازل شدہ مخصوص کھانے کا نام ہے، جس کی کچھ اقسام تا حال موجود ہیں۔ لہٰذا المَنّ بمعنی الامتنان: "احسان کرنا" کے معنی میں نہیں ہے۔

کیا کھمبی بنی اسرائیل پر نازل شدہ مَنّ کی قسم ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول مشہور ہیں: (۱) کھمبی من کی ایک قسم ہے، جس پر حدیث کا ظاہری مفہوم دلالت کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اس حدیث کی بعض روایات میں اس کی تصریح بھی آئی ہے: "من المَنّ الذی أنزلَ علىٰ بني إسرائيلَ" [مسلم الأشربة ح:(۱۵۹) ۲۰۵۹ عن سعيد بن زيد رضی اللہ عنہ]

(۲) کھمبی مَنّ کی قسم سے نہیں، لیکن کھمبی کو اس سے تشبیہ دی گئی ہے، کہ بنی اسرائیل کو بلا زراعت ومحنت ملنے والے مَنّ کی طرح کھمبی ایک خودرو پودا ہے، یہ ہمیں بلا مشقت وبغیر زراعت مل جاتی ہے۔ [القرطبي ، فتح الباري ۱/۳۰۲]

"وماؤها شفاءٌ للعين" کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ نے کھمبی کے ذریعے آنکھ کے علاج کا طریقہ اور اس بارے میں علمائے طب کے تجربات، کھمبی کی مختلف اقسام، خصوصیات اور فوائد تفصیل سے زیر بحث لائے ہیں۔ [تفسير القرطبي ۱/٤۰۷، فتح الباري ۱۰/۲۰۰-۲۰۳]

فائدہ نمبر۷: ﴿كُلُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر کوئی انعام فرمائے، تو اسے چاہیے کہ اس کو احسن انداز میں استعمال کرے اور اس کا شکر ادا کرے، نہ کہ اس عمدہ حلال چیز کو اپنے اوپر حرام کر دے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "بغیر کسی شرعی سبب کے حلال چیز کا نہ کھانا مذموم ہے۔" شیخ ابن العثیمینؒ فرماتے ہیں: "کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مباح کردہ چیز سے اجتناب اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کوئی احسان اپنے اوپر رکھنا نہیں چاہتا؛ یہ انسان کو ہرگز زیب نہیں دیتا۔ شرعی سبب کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں: (۱) اس کا استعمال اس کی صحت کے لیے موافق نہ ہو، ایسی صورت میں پرہیز کرنا درست ہے۔ (۲) انسان کو یہ خوف ہو کہ یہ لذیذ اور مفید غذا دنیا میں کھاؤں تو آخرت میں یہ نعمت نہیں ملے گی، یا اجر وثواب کم ملے گا۔ اس لیے اجتناب کرتا ہو۔ ☆

☆ اہل ایمان کی خاطر ہی ساری نعمتیں پیدا فرمائی گئی ہیں: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ =

(۳) انسان دوسرے لوگوں کی وجہ سے کسی حلال و عمدہ چیز سے اجتناب کرتا ہے، مثلاً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عام الرمادة کی قحط سالی میں صرف روٹی اور تیل پر گزارہ کرتے رہے، حتیٰ کہ (کثرتِ مشقت اور قلت خوراک سے) آپ کی جلد سیاہ ہوگئی۔ آپ فرماتے تھے: "لوگ بھوکے رہیں اور میں سیر ہو کر کھاؤں تو میں کتنا برا حکمران ہوں گا۔" [ابن العثیمین]

شیخ الاسلامؒ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے کھانے اور شکر کرنے کا حکم دیا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝﴾ [البقرة ۱۷۲] پس جو شخص بغیر کسی شرعی سبب کے حلال چیز کو حرام یا مکروہ سمجھ کر استعمال نہ کرے تو وہ بدعتی اور مذموم ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ [المائدة ۸۷] اور جو ان نعمتوں کا واجبی شکر ادا کیے بغیر ان کا استعمال کرے، وہ بھی مذموم ہے۔ ﴿ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ۝﴾ [التکاثر: ۸] یعنی نعمتوں کے شکر کے بارے میں سوال ہوگا۔ اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "الطاعم الشاكر بمنزلة الصائم الصابر" [الترمذی القیامة ح: ۲۶۷۴ وحسنه، البخاری الأطعمة ترجمة الباب ۵۶ عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ] "شکر گزاری کے ساتھ (دن کو) کھانا کھانے والا، صبر کے ساتھ روزہ رکھنے والے کا ہم پلہ ہے۔" اور صحیح میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب بندہ کھانا کھا کر اللہ کی حمد بیان کرے اور جب پانی پی کر اللہ کی حمد بیان کرے، تو اللہ اس پر راضی ہوتا ہے۔" [مسلم الأطعمة (۸۹) ۲۷۳۴ عن أنس رضی اللہ عنہ]

کھانے میں اسراف کرنا بھی مذموم ہے۔ جو کوئی اللہ کی عبادت کرنے میں تقویت حاصل کرنے کی نیت سے حلال کھانا کھاتا ہے، تو اس کھانے پر بھی اس کو اجر و ثواب ملے گا۔ پھر اس کے دلائل پیش کیے۔ [مجموع الفتاوی ۳۲/۲۱۲]

فائدہ نمبر۷: ﴿كلوا مِنْ طيبٰتِ﴾ سے معلوم ہوا کہ رزقِ حلال کو ہی "طیب" کہا جاتا ہے۔ اور خبیث چیز کی تحریم بھی واضح ہوتی ہے۔ "خبیث" کی دو قسمیں ہیں: (۱) بذاتِ خود حرام اور مضر صحت جیسے مردار، خنزیر اور شراب وغیرہ

= الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝﴾ [الأعراف ۳۲] اہل اسلام کو حرام چیزوں میں یہ "خوف" دلایا گیا ہے: "لا تشربوا فی آنية الذهب والفضة ولا تلبسوا الحرير والديباج، فإنها لَهُمْ فی الدنيا ولَكُمْ فی الآخرةِ" [البخاری الأشربة باب۲۸ ح:۵۶۳۳]

البتہ کوئی بندہ گنجائش کے باوجود رضائے الٰہی کی خاطر سادہ زندگی بسر کرے (اور بچت کرکے زیادہ صدقہ کرے) تو اس کی فضیلت بالکل مسلم ہے: "مَن ترکَ اللباسَ تواضعا للهِ وهو يقدرُ عليه دعاه اللّٰه يومَ القيامة علىٰ رءوسِ الخلائقِ حتىٰ يخيرَه مِن أىّ حللِ الإيمانِ شاءَ يلبسُها" [الترمذی صفة القیامة ح:۲۶۶۹ عن معاذ بن أنس رضی اللہ عنہ، وحسنه] واللہ أعلم